قیادتوں نے یک زبان ہوکر اس سانحے کی نزاکت کو سامنے رکھ کر سخت لب و لہجے میں واقعے کی مذمت کرتے ہوئے انتہائی دکھ، افسوس اور رنج کا اظہار کیا اور ملزمان کو کیفرِ کردار تک پہنچانے کی تاکید بھی کی۔ سعودی سفارتکار کی شہادت اور قونصلیٹ پر حملوں کے خلاف یومِ مذمت اور احتجاجی جلسے منعقد کیے گئے۔ اللہ کرے کہ یہ ردعمل مؤثر اور ثمر آور ہو۔

یوں تو وطن عزیز میں انسانی اور قومی خون نہایت ارزاں ہے۔ پانی کے بدلے خون کی ندیاں ہر جگہ بہ رہی ہیں۔ بجلی کی پیدوار کے لیے پانی کا بحران ضرور ہے، مگر خونِ مسلم کے بہاؤ میں کوئی وقفہ نہیں ہے۔

سعودی سفارتکار کی موت پاکستان کے لیے لمحہ فکریہ ہے اور ایک حساس معمہ بھی؛ جس کی پس پردہ اصلیت اور حقائق ومحرکات کو بے نقاب کرنا حکومتِ وقت کی اہم ذمہ داری ہے۔ جس کے نبھانے میں کسی مروت کی رعایت بھی انتہائی بے مروتی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ موجودہ گورنمنٹ اپنے اس فریضے کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں کتنی کامیاب رہتی ہے۔ اس سازش کا کھوج لگانے میں کتنی دلچسپی ثابت کرتی ہے۔ تحطانی پر قاتلانہ حملے کے پسِ پردہ بہت بڑا سانحہ پوشیدہ ہے، جو ملک دشمن عناصر کی غرض وغایت اور اصلی ہدف ہے۔ پاک سعودی دیرینہ، دوستانہ اور خوشگوار تعلقات کے مضبوط ومستحکم پل کو گرانا اور دوستی کی سیسہ پلائی ہوئی دیواروں میں نقب لگانا اس کا مین ٹارگٹ اور خواب ہے، جس کی تعبیر پوری نہیں ہوگی۔ ان شاء اللہ

بایں ہمہ محبِ وطن پاکستانی ذمہ داران سے دلی استدعا ہے کہ خوابوں سے بیدار ہو جائیں اور اس حساس معاملے کو چشم بینا سے دیکھتے ہوئے اس کی جڑوں تک رسائی حاصل کر کے ان سرگرمیوں میں ملوث ملک وقوم اور اسلام کے دشمنوں کو کیفرِ کردار تک پہنچانے میں اپنا کردار ادا کریں۔ ملزمان کو عدالت کے کٹہرے میں لا کھڑا کر کے سخت اور سبق آموز سزا نہ دی گئی تو قوم کو مستقبلِ قریب میں مرگِ مفاجات کے بھونچال سے دوچار ہونا پڑے گا۔ پھر اس سیلِ بلا کے رخ کو پاکستان سے موڑنے والا کوئی نہ ہوگا۔

سعودی عرب کے قائدین کی بالغ نظری اور اسلامی رواداری کا ثبوت ہے کہ وہ اس طرح کی مذموم حرکات کی بنا پر پاک سعودی تعلقات کے پل کو متزلزل نہیں ہونے دیتے۔ ہمیں یقین ہے کہ برادر اسلامی ملک کے مقتدر حکمران متانت وبردباری کا دامن تھام کر پاک سعودی دشمنوں کی ریشہ دوانیوں اور مذموم مقاصد کو خاک میں ملا دیں گے۔

درس قرآن

تراث رحمانی در فوائد قرآنی

دکتور/اسماعیل محمد امین

﴿ أتأمرون الناس بالبر وتنسون أنفسكم وأنتم تتلون الكتاب أفلا تعقلون ۞ ﴾[البقرة:٤٤]

ترجمہ: ''کیا تم' لوگوں کو نیکی کا حکم کرتے ہو اور خود اپنے آپ کو بھول جاتے ہو؟ حالانکہ تم کتاب کی تلاوت کرتے ہو! کیا تم کچھ بھی عقل سے کام نہیں لیتے ؟!''

سابقہ آیات سے ربط اور مختصر تفسیر:

زیر تفسیر آیت مبارکہ میں سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی ایک بہت بری خصلت کی نشاندہی کردی ہے۔ ارشاد فرمایا: تم دوسرے لوگوں کو تو ایمان اور بھلائی کا حکم دیتے ہو اور خود اپنے آپ کو بھول جاتے ہو؛ حالانکہ تم تورات پڑھتے ہو جس میں خیانت، ترک خیر، اور قول وعمل میں تضاد پر شدید وعید آئی ہے۔ کیا تمہارے پاس اتنی بھی عقل نہیں کہ قول وعمل کے تضاد کی برائی محسوس کرسکو؟! [معارف القرآن، تفسیر لقمان]

(أتأمرون الناس بالبر......) میں ہمزہ ڈانٹ اور انکار کے لیے ہے۔ (البر) تمام اعمال خیر کو شامل کرنے والا ایک جامع لفظ ہے۔ اس میں ایمانیات، نیکی اور اطاعت کے جملہ امور شامل ہیں۔ [الجزائری، السعدی]

وہ کون سی نیکی کا کام تھا جس کا بنی اسرائیل دوسروں کو حکم دیتے اور خود اس پر عمل پیرا نہ تھے؟

اس میں سلف سے مختلف تفسیری روایات منقول ہیں:

{1} لوگوں کو آخری نبی ﷺ پر ایمان لانے کا اور تورات میں تم سے لئے ہوئے عہد کو نباہنے کا حکم دیتے ہو اور خود کفر اور عہد شکنی کے مرتکب ہوتے ہو۔ ایک دفعہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام ایک یہودی کے گھر اس کے بچے کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ اس وقت اس بچے کا آخری وقت قریب آچکا تھا، نبی ﷺ نے اسے اسلام کی طرف دعوت دی، تو اس نے اپنے والد کی طرف دیکھ کر اس سے اجازت چاہی تو اس کے والد نے کہا ''ابوالقاسم کی بات مان لے'' اس پر وہ مسلمان ہوگیا۔ اس وقت نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: تمام تعریف اس اللہ کے لیے ہے جس نے میری دعوت پر اس بچے کو جہنم کی آگ سے نجات دی۔'' [ابو داؤد ح:٣٠٩٥]

{2} بنو اسرائیل دوسرے لوگوں کو تقویٰ اور اطاعت کا حکم دیتے تھے اور خود ان کاموں سے دور رہتے تھے۔

{3} ان کے علماء لوگوں کو روزے اور نماز کا حکم دیتے خود اس کے پابند نہ ہوتے۔

{4} ان کو اگر رشوت وغیرہ نہ ملتی اور ذاتی مفاد سے تصادم نہ ہوتا تو دوسروں کو حق بتاتے تھے؛ لیکن خود عامل نہ تھے۔

{5} علمائے یہود اپنے حلیف یا رشتہ دار مسلمان سے کہتے تھے کہ تمہارا دین برحق ہے اس پر ثابت رہو، لیکن خود اسلام قبول نہ کرتے۔[الطبری ،ابن کثیر ، البغوی]

(وتنسون أنفسكم) میں (تنسون) نسیان سے مشتق ہے۔نسیان اصل میں بھولنے کو کہا جاتا ہے، لیکن یہاں اس کے معنی ترک کرنے کے ہیں یعنی تم جان بوجھ کر اپنے آپ کو چھوڑتے ہو یعنی اس پر عمل نہیں کرتے ہو۔(أنفسكم) انفس نفس کی جمع قلت ہے۔عربی لغت میں نفس مختلف معانی کے لیے استعمال ہوا ہے:(۱) ''روح'' جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے ﴿الله يتوفى الأنفس حين موتها﴾ [الزمر ۴۲]﴿أخرجوا أنفسكم﴾[الانعام ۹۳]﴿وتزهق انفسهم﴾[التوبة ۵۵](۲) ''خون'' جیسا کہ ابراہیم نخعی کا مشہور اثر ہے'' ماليس له نفس سائلة فإنه لاينجس الماء إذامات فيه'' ہر وہ جانور جس میں بہنے والا خون نہ ہو پانی میں مرجائے تو پانی نجس نہیں ہوتا۔'' [قرطبی]☆

(وأنتم تتلون الكتاب) اس میں ان کے لیے مزید ڈانٹ ہے۔کہ تم کتاب کی تلاوت کرتے ہوئے بھی یہ برا عمل کرتے ہو۔ اور یہ جملہ حالیہ ہے۔(تتلون) کا مصدر تلاوۃ ہے، جس کے معنی پڑھنے کے ہیں۔''تلاوت'' کا لفظ کتب سماویہ کے لیے مخصوص ہے۔اور اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ تلاوت کی اصل غرض وغایت آیات پر تدبر و تفکر کرنا اور ان پر عمل کرنا ہے۔اللہ کا فرمان ہے:﴿الذين آتينا هم الكتاب يتلونه حق تلاوته اولئك يؤمنون به ﴾[البقرة ۱۲۱،الفرقان]

الکتاب سے مراد تورات ہے جو ان کے ہاتھوں میں تھی۔ [الطبری]

(أفلا تعقلون) میں بھی ہمزہ توبیخ اور انکار کے لیے ہے؛ بلکہ اس میں پہلے سے زیادہ ان پر ڈانٹ ہے۔یعنی کیا تمہیں اتنی بھی عقل نہیں جس سے تمہاری غلطی اور ضلالت کا پتہ چل جائے؟''عقل'' کے اصل معنی روکنے اور پکڑ لینے کے ہیں۔اسی

☆ (۳)''جسم'' کے معنی میں:﴿ماخلقكم ولابعثكم إلا كنفس واحدة﴾ [لقمان ۲۸],﴿لم تكونوا بالغيه إلا بشق الأنفس ﴾[النحل ۷] (۴)''دل'':﴿واذكر ربك في نفسك﴾[الاعراف ۲۰۵] , ﴿إلا حاجة في نفس يعقوب ﴾[يوسف ۶۸],﴿تعلم مافي نفسي﴾[المائدة ۱۱۶] (۵)''شخص،فرد'' یعنی جسم وجان کے مجموعے پر''نفس'' کا اطلاق اکثر مستعمل ہے۔(ابومحمد)

سے عقال اس رسی کو کہا جاتا ہے جس سے اونٹ کا زانو باندھا جاتا ہے، وہ اس کو حرکت سے روکتی ہے۔ اور دیت کو بھی (عقل) کہا جاتا ہے؛ کیونکہ دیت مقتول کے ورثاء کو روکتی ہے کہ ادائیگی کے بعد قاتل کو مزید نقصان نہ پہنچائیں۔[القرطبی]

عقل کی دو قسمیں ہیں: (۱) وہ عقل جس کی وجہ سے انسان مکلف قرار پاتا ہے، یعنی معاملات اور اشیاء کا ادراک کرنا اور سمجھنا۔ (۲) عقلِ رشد جس کی وجہ سے انسان اچھے انداز سے معاملات میں تصرف کرتا ہے اور اسی وجہ سے وہ مفید چیزوں کو اختیار کرتا اور مضر اشیاء سے اجتناب کرتا ہے۔ زیر تفسیر آیت مبارکہ سے دوسری قسم مراد ہے۔[تفسیر ابن العثیمین]

آیت مبارکہ سے مستنبط فوائد:

فائدہ نمبرا: آیت مبارکہ میں علمائے یہود کی ایک بدترین خصلت پر ان کی توبیخ ہے کہ وہ لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے تھے اور خود اس پر عمل پیرا نہیں ہوتے تھے۔ یہ صرف علمائے یہود کے ساتھ خاص نہیں؛ بلکہ ان تمام لوگوں کے لیے بھی تنبیہ اور ڈانٹ ہے جو دوسروں کو نیکی کی تلقین کریں اور خود اس سے دور رہیں، دوسروں کو برائی سے ڈرائیں اور خود اس کے مرتکب ہو جائیں۔ کتاب وسنت میں قول وعمل کے مابین تضاد پر بہت شدید وعید آئی ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿ یا ایها الذین امنوا لم تقولون مالا تفعلون ۞ کبر مقتا عند الله أن تقولوا مالا تفعلون ۞﴾[الصف:۲۔۳] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو کیوں کہتے ہو جو تم نہیں کرتے!؟ جو تم کرتے نہیں اس کا کہنا اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے۔'' حضرت اسامہ بن زیدؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن ایک شخص کو لا کر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا، اس کی انتڑیاں آگ میں نکل پڑیں گی اور وہ اس کے گرد اس طرح گھومے گا جس طرح گدھا چکی کے گرد گھومتا ہے۔ پس دوزخی اس کے پاس جمع ہو جائیں گے اور اس سے کہیں گے اے فلاں! تمہارا کیا معاملہ ہے؟ کیا تم ہمیں نیکی کا حکم نہیں دیتے تھے اور بری بات سے روکتے نہیں تھے؟ وہ شخص جواب دے گا کہ دراصل میں تمہیں نیک کام کا حکم تو دیتا تھا لیکن وہ کام خود نہیں کرتا تھا، میں تم کو بری بات سے روکتا تھا لیکن خود وہی کام کرتا تھا۔''[البخاری ح: ۳۲۶۷، مسلم ح:۷۴۰۸] حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''معراج کے موقع پر میرا گزر کچھ لوگوں پر ہوا جن کے ہونٹ اور زبانیں آگ کی قینچیوں سے کترے جا رہے تھے، میں نے جبریل سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ جبریل نے بتایا کہ یہ امت کے دنیادار واعظ ہیں، جو لوگوں کو تو نیکی کا حکم کرتے اور اپنے آپ کو بھلا دیتے تھے۔''[احمد ۳/۱۲۰، ۱۸۰، الصحیحة ح: ۲۹۱]

فائدہ نمبر۲: زیر تفسیر آیت مبارکہ سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ جو شخص خود عمل نہ کرے وہ دوسروں کو بھی نیکی کا حکم نہ

دے۔ کیونکہ نیکی کرنا الگ عمل ہے اور نیکی کی تبلیغ کرنا دوسرا مستقل عمل۔ اور انسان پر یہ دونوں واجب ہے۔ ظاہر ہے کہ ایک نیکی چھوڑنے سے یہ ضروری نہیں ہوتا کہ دوسری نیکی بھی چھوڑ دیں۔ اسی طرح ناجائز فعل کا ارتکاب الگ گناہ ہے اور اپنے زیر اثر لوگوں کو اس حرام فعل سے نہ روکنا دوسرا مستقل گناہ ہے۔ ایک گناہ کے کرنے سے دوسرا گناہ کرنا لازم نہیں آتا۔

حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ اگر ہم میں سے ہر ایک یہ سوچ کر امر بالمعروف اور نهی عن المنکر چھوڑ دے کہ ''میں خود گنہگار رہوں، جب گناہوں سے خود پاک ہو جاؤں گا تو لوگوں کو تبلیغ کروں گا'' تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ دعوت کا کام کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔ اسی اثر پر تبصرہ کرتے ہوئے امام مالکؒ فرماتے ہیں: حضرت سعید بن جبیرؒ نے سچ فرمایا کیونکہ گناہ سے بالکل مبرا کوئی انسان نہیں ہوتا۔ اسی بات کو امام نووی نے ایک اور انداز سے واضح کیا ہے۔ فرماتے ہیں ''علماء کرام نے کہا ہے کہ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے والے کے لیے ضروری نہیں کہ وہ خود درجہ کمال کو پہنچا ہوا ہو۔ بلکہ اس پر نیکی کا حکم دینا واجب ہے، اگرچہ وہ اسے پوری طرح ادا کرنے والا نہ ہو۔ اسی طرح برائی سے روکنا اس پر فرض ہے اگرچہ اس کا دامن اس سے آلودہ ہی کیوں نہ ہو۔ پس اس پر دو چیزیں واجب ہیں: اپنے نفس کو نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا، دوسروں کو نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا۔ اگر اس نے ایک واجب میں کوتاہی کی تو اس کے لیے دوسرے واجب میں غفلت برتنا کیسے جائز ہوگا!!'' [شرح النووی علی صحیح مسلم ۲/۲۳]

پس آیت کا مطلب یہ نہیں کہ بے عمل آدمی کسی کو وعظ و نصیحت نہ کرے؛ بلکہ مطلب یہ ہے کہ واعظ کو بے عمل نہیں ہونا چاہیے۔ دونوں میں فرق واضح ہے۔ مگر یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بے عمل ہونا واعظ اور غیر واعظ دونوں کے لیے جائز نہیں، پھر واعظ کی تخصیص کیوں ہوئی؟ جواب یہ ہے واعظ اور عالم کا جرم غیر واعظ کے جرم کے مقابلے میں زیادہ سنگین اور زیادہ قابل ملامت ہوتا ہے۔ جن کی ملامت عوام الناس بھی کرتے ہیں، کیونکہ عالم گناہ کو یقیناً گناہ سمجھ کر کرتا ہے، جبکہ جاہل شخص کو ممکن ہے کسی حد تک جہل کی وجہ سے معذور سمجھا جائے۔ اس کے علاوہ عالم کا جرم دین کے ساتھ استہزاء اور تحقیر کے زمرے میں آتا ہے۔ [القرطبی، معارف القرآن، السعدی، ابن العثیمین، امربالمعروف اور نهی عن المنکر کے متعلق شبہات کی حقیقت از ڈاکٹر فضل الٰہی ص ٤٤ ـ ٥٢]

فائدہ نمبر۳: سابقہ فائدہ سے یہ واضح ہوا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے کے لیے یہ شرط نہیں کہ اس سے کوئی بھی غلطی سرزد نہ ہو؛ لیکن ایک داعی حق اور دین کے مبلغ کے لیے یہ ہرگز زیب نہیں دیتا کہ اس کے قول و فعل میں تضاد ہو بلکہ اس طرح کے داعی کے طرز عمل سے لوگوں میں تشویش پیدا ہوتی ہے۔ اور کچھ لوگ شک کرنے لگتے ہیں کہ اس کا قول صحیح